مکھی

ڈاکٹر نریش

169، سیکٹر۔17، پنچ کولہ۔134109

برسرِ اقتدار پارٹی کے ایک نیتا نے خواتین کے حوالے سے نازیبا بیان دیا تو رتن دیو کو اپنی پارٹی کے دفتر سے حکم ہوا کہ فوراً ایک بیان جاری کرکے نیتا کے بیان کی مذمت کرے اور حقوقِ نسواں کی حفاظت کا مطالبہ کرے۔ حکم ملتے ہی رتن دیو سیدھا اپنے اسٹڈی روم میں جا بیٹھا اور بیان لکھنے کے لیے خیالات کو ترتیب دینے لگا۔ جبھی ایک مکھی آکر اس کے کان میں بھنبھنانے لگی۔ رتن دیو نے اُلٹے ہاتھ سے مکھی کو ہٹایا اور کاغذ قلم اُٹھالیا۔

ابھی اس نے نصف جملہ ہی لکھا تھا کہ مکھی آکر اس کی پیشانی پر بیٹھ گئی۔ اس نے مکھی کو مارنے کے لیے ہاتھ کا کاغذ اپنی پیشانی سے دے مارا، لیکن مکھی نہیں مری۔ مکھی پیشانی پر سے اُڑکر تھوڑی دیر اِدھر اُدھر گھومی اور پھر آکر اس کے ہاتھ پر بیٹھ گئی۔ اس نے اسے اُڑانے کے لیے ہاتھ کو زور سے جھٹکا تو قلم میں سے روشنائی کے چند قطرے اس کی قمیص پر آگرے، اسے غصّہ آگیا۔ مار ہی ڈالوں گا اس مکھی کو، اس نے سوچا اور کمرے میں نظریں دوڑا کر دیکھنے لگا کہ مکھی کہاں پر ہے۔ مکھی کہیں بھی دکھائی نہیں دی تو اس نے سوچا اُڑکر باہر چلی گئی ہوگی اور اپنی توجہ پھر سے بیان پر مرکوز کرنے کی کوشش کی۔ اس نے ادھورا جملہ مکمل کیا ہی تھا کہ مکھی آکر اس کے بازو پر بیٹھ گئی۔ اس نے میز پر سے ایک کتاب اُٹھا کر زور سے اپنے بازو پر دے ماری۔ مکھی تب بھی نہیں مری۔

سوچنے لگا رتن دیو۔ میں کیوں مکھی کے پیچھے پڑا ہوں؟ مچھر تو نہیں ہے کہ کاٹ لے گا تو بخار ہوجائے گا۔ مکھی ہی تو ہے۔ زچ ضرور کر رہی ہے، لیکن کیا ضروری ہے کہ اس کو کمرے سے باہر بھگایا جائے یا مار ہی دیا جائے؟

پریشان ہی تو کر رہی ہے مکھی۔ نیتا بھی تو برس ہا برس سے اسی طرح پریشان کر رہی ہے مجھے۔ اس کو تو گھر سے بھگانے یا مار ڈالنے کی کبھی نہیں سوچی میں نے۔ وہ بھی تو اسی مکھی کی طرح بھنبھناتی رہتی ہے دن بھر۔ ’’میرے میکے سے کوئی آتا ہے تو تمہارا چہرہ کیوں اُتر جاتا ہے؟ کیا بگاڑا ہے میرے گھر والوں نے تمہارا؟ چناؤ میں رات دن تمہارے لیے کام کرتے رہے ہیں میرے بھائی۔ اب تم چناؤ نہیں جیت سکے تو اس میں ان کا کیا قصور ہے؟ تمہارے بھائی بھتیجے آتے ہیں تو میں ان کے لیے کیا نہیں کرتی۔ پوری آؤ بھگت کرتی ہوں۔ اس لیے نہیں کہ وہ مجھے اچھے لگتے ہیں بلکہ اس لیے کہ تمہاری پیشانی پر بل نہ پڑے۔ کوئی قدر کی ہے تم نے کبھی میرے کیے دھرے کی؟ دن بھر اپنی سیاست میں گھسے رہتے ہو، بچوں کے بارے میں سوچا ہے تم نے کبھی؟ پیرنٹ ٹیچر میٹنگ میں جاؤں، تو میں جاؤں۔ کاپی کتاب خرید کر لاؤں، تو میں لاؤں۔ ان کی اسکول ڈریس لانی ہو تو پچوری مارکیٹ جاؤں تو میں جاؤں۔ بس پیدا کرنے بھر کا شوق تھا تم کو۔ پالنا تو میری ذمہ داری ہے۔‘‘

ہر بار رتن دیو کا جی چاہتا تھا کہ اُلٹے ہاتھ کا جھانپڑ جمادے نیتا کے گال پر، لیکن کبھی بھی اس سے ایسا نہیں کیا جاسکا تھا۔ ایک بار ڈانٹا ضرور تھا اس نے اونچی آواز میں تو جواب میں یہ سننے کو ملا تھا کہ ’’چیخنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے ٹکڑوں پر نہیں پل رہی ہوں۔ خود کماتی ہوں۔ تم سے زیادہ نہ سہی، اپنے گزارے لائق تو کما ہی لیتی ہوں۔‘‘

سوچنے لگا رتن دیو۔ مسئلے کی تہہ میں کیا تھا؟ تجزیہ کیا اس نے۔ نیتا کے ماں باپ، بھائی بہن سب کم پڑھے لکھے لوگ تھے۔ وہ اپنے کنبے کی فردِ واحد تھی، جس نے پوسٹ گریجویشن کرلیا تھا۔ گھٹیا سے مضمون میں رو پیٹ کر سیکنڈ ڈویژن لے لی تھی۔ اپنے خاندان میں وہ نہایت قابل، نہایت فہمیدہ، نہایت محترم لڑکی تھی۔ ایسے تو اس کے مڈل پاس بھائیوں کو بھی یہی بیماری تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ دنیا کے کسی بھی موضوع پر وہ بااختیار تبصرہ کرنے کے اہل ہیں، لیکن نیتا میں تو اس بیماری کے جراثیم کچھ زیادہ ہی تھے۔ ’’مجھے معلوم ہے‘‘، یہ جملہ نیتا ہی کا نہیں، اس کے بھائیوں کا بھی تکیہ کلام تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے کبھی رتن دیو کی کسی بات کو، کسی تبصرے کو، کسی دلیل کو، کسی رائے کو اہمیت نہیں دی تھی۔

اس روز تو حد ہی کردی تھی نیتا نے، جس روز اس کا بچپن کا دوست انگو

کئی برس بعد اس سے ملنے آیا تھا۔ ڈرائنگ روم ہی میں جم کر بیٹھی رہی تھی وہ سارا وقت۔ انگو کئی سال سے امریکہ میں مقیم تھا۔ وہ امریکہ کی کوئی بات بھی کرتا تھا نیتا جھٹ سے بول دیتی تھی ''مجھے معلوم ہے۔'' اور اس معلوم ہے میں اس نے امریکہ کے بارے میں سب کچھ کہہ دیا تھا، جو ایک انجان انپڑھ آدمی کسی بھی غیر مانوس ملک کے بارے میں کہہ سکتا تھا۔ اس رتن دیو کا جی چاہا تھا کہ اُٹھا کر نیتا کو باہر پھینک دے، لیکن اس سے یہ نہیں ہو سکا تھا۔ آنے بہانے سے اس نے کئی بار نیتا کو اُٹھ کر چلے جانے کا اشارہ کیا تھا، لیکن وہ کب سننے والی تھی۔ بالکل ایسے ہی جیسے یہ مکھی بھنبھنا رہی ہے، نیتا بھنبھناتی رہی تھی تمام وقت۔ بالکل ایسے ہی جیسے وہ اس مکھی کو کمرے سے باہر بھگا دینا چاہ رہا تھا، ویسے ہی اس روز وہ نیتا کو ڈرائنگ روم سے باہر بھگانے کو بے چین ہو رہا تھا، لیکن وہ اس مکھی کی طرح وہاں پر موجود رہی تھی سارا وقت۔

کیوں کبھی جوابی کارروائی نہیں کی تھی اس نے؟ کیوں اسے چپ چاپ جھیلتا آرہا ہے آج تک، اندر ہی اندر کڑھتے ہوئے؟ شاید اسی لیے کہ بڑے بھائی کا شادی کے تین ماہ بعد طلاق ہو گیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ پھر ایک بار اس کے خاندان کو بدنامی کا منہ دیکھنا پڑے اور لوگ یہ کہنے لگیں کہ ان کے گھر میں لڑکی بیاہ کر لانے کا رواج ہے، اس کو بسانے کا رواج نہیں ہے۔ یا شاید اس لیے کہ وہ اپنے سیاسی مخالفین کو ایسا کوئی ہتھیار بہم پہنچانا نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کی ذاتی زندگی کو لے کر اس کے اخلاق پر وار کر سکیں۔ یا شاید اس لیے کہ وہ بڑے ہو رہے اپنے بچوں کو نفسیاتی اذیت نہیں دینا چاہتا تھا۔

جب میں ایک عمر سے نیتا کی بھنبھناہٹ پر، اس کے زچ کرنے پر، اس کے ہاتھوں ذلیل ہونے پر کسی ردِ عمل کا اظہار نہیں کر رہا ہوں تو اس بے چاری مکھی سے کیوں پریشان ہو رہا ہوں؟ کیوں چاہتا ہوں اس کمرے سے بھگانا یا مار ڈالنا؟ نہیں۔ بھنبھناتی رہے یہ مکھی، ہاتھ، منہ، ناک، کان پر بیٹھ کر دکھی کرتی رہے مجھے، میں اس کو اسی طرح نظر انداز کروں گا جیسے نیتا کے سلوک کو کرتا آرہا ہوں۔

مکھی برابر پریشان کرتی رہی۔ وہ بار بار اس کو اُڑاتا رہا۔ جسم کے مختلف اعضا کو جھٹک کر وقتی طور پر اس سے پیچھا چھڑاتا رہا، لیکن اس نے نیتا کے بارے میں سوچنا بند کر کے اپنا بیان مکمل کر لیا۔ ایک مرتبہ مکمل انہماک کے ساتھ اس نے پڑھا خود کے لکھے ہوئے بیان کو۔ اس کو محسوس ہوا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ سفید جھوٹ۔ نیتا سے بڑھ کر نسوانی برتری کی مثال کہاں ملے گی؟ عورت کو اور زیادہ اختیار مل جائے گا تو دیوی سے چنڈی ہی نہیں بن جائے گی وہ؟ میں اس حق میں ہوں کہ عورت کو عزت کی نظر سے دیکھا جائے، لیکن عورت کے ہاتھ میں ہنٹر دے کر یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ آ بیل مجھے مار۔ کوئی لکشمن ریکھا تو کھینچنی ہی چاہیے مرد اور عورت کے رشتے کے درمیان۔ کوئی توازن تو ہونا چاہیے مرد اور عورت کے رشتے میں۔

نہیں، میں یہ بیان جاری نہیں کروں گا۔ پارٹی ناراض ہوتی ہے، ہولے۔ اب میں پارٹی والوں کے سامنے اپنے کپڑے اُتار کر بھی تو نہیں دکھا سکتا کہ دیکھو میرے اندر نیتا نے کیسی کیسی نیش زنی کر رکھی ہے، کیسے کیسے زخم دے رکھے ہیں۔ مجھے نہیں چاہیے ایسا اختیارِ نسواں جس کی وجہ سے کسی بھی رتن دیو کو گھٹ گھٹ کر جینا پڑے، تل تل کر مرنا پڑے۔

اس نے بیان والا کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا اور اُٹھ کر باہر چلا آیا۔ مکھی ابھی بھی کمرے میں بھنبھنا رہی تھی۔

○○

اس شمارے کے قلمکار غور فرمائیں

پاس بک پر درج نام، اکاؤنٹ نمبر، آئی ایف ایس سی کوڈ، برانچ کوڈ، موبائل نمبر فوراً روانہ کریں۔ معاوضہ براہِ راست بینک میں جائے گا۔ ہر تحریر کے ساتھ درج بالا تفصیلات روانہ کرنے کی زحمت فرمائیں۔ یا کراس چیک یا اس کی صاف فوٹو کاپی روانہ فرمائیں۔

(ادارہ)